

## کم سنی میں حفظ قرآن: اہمیت، چیلنجز اور موثر طریقے

### Early childhood memorizing of the Quran: significance, difficulties, and practical strategies

#### Abdul Rehman.

P.h.D Scholar, Department of Islamic Studies

Superior University City Campus Lahore.

Email: [aabduhrehmanstars@yahoo.com](mailto:aabduhrehmanstars@yahoo.com)

#### Dr. Ali Akbar Al-Azhari

Professor & Chairman, Department of Islamic Studies

Superior University, City Campus, Lahore

[ali.akbar@superior.edu.pk](mailto:ali.akbar@superior.edu.pk)

#### Muhammad Asif

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies,

RIPHAH international University, Faisalabad

#### Abstract:

*Memorizing the Quran at a young age is a significant process that holds profound educational, psychological, and spiritual importance. During childhood, the ability to absorb and retain information is notably stronger than in adulthood, making it an ideal period for committing the Quran to memory. This practice not only facilitates intellectual growth but also shapes the child's character and fosters a deep-rooted connection with Islamic teachings. Children who memorize the Quran at an early age carry its teachings throughout their lives, embedding them into their cognitive and practical framework. Additionally, the process cultivates self-discipline, confidence, and perseverance—qualities that are invaluable for their future success. Effective methods for Quran memorization include structured educational planning, creating a supportive psychological environment, and adopting strategies such as setting fixed daily schedules, starting with short lessons, and ensuring regular repetition. The guidance of skilled teachers and parental encouragement further enhances the child's ability to memorize. Integrating memorized verses into daily prayers strengthens retention and connects the child with the Quran's practical applications.*

#### Keyword:

*Keywords: Quran memorization, early childhood, spiritual development, psychological growth, educational strategies, parental support, effective learning, modern technology, mental well-being, structured curriculum.*

#### تعارف موضوع:

کم سنی میں حفظ قرآن کی اہمیت کو علمی، نفسیاتی اور روحانی حوالوں سے سمجھنا ایک وسیع میدان تحقیق ہے۔ اس عمر میں بچوں کی یادداشت بالعموم کے مقابلے میں زیادہ پختہ اور جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جس کی وجہ سے وہ قرآن پاک کے الفاظ کو تیزی سے ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف ان کے علمی ارتقاء میں مددگار ہوتا ہے بلکہ ان کی شخصیت کی تعمیر اور دینی شعور کی بنیاد رکھنے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ کم سنی میں حفظ کرنے والے بچوں کو قرآن کی تعلیمات زندگی بھر یاد رہتی ہیں، کیونکہ یہ علم ان کی فکری اور عملی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ عمل بچوں میں خود اعتمادی، نظم و ضبط اور مستقل مزاجی جیسی اعلیٰ خصوصیات پیدا کرتا ہے جو ان کے مستقبل کی کامیابی کے لیے نہایت اہم ہیں۔

#### کم سنی میں حفظ کی اہمیت

بچے کا ذہن بڑے کے ذہن کی بہ نسبت صاف ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر طرح کے کام کاج اور مشغولیات کی ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس لیے بچپن کی فراغت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچے کو اس عمر میں حفظ کروانا بہت ہی مفید اور بہتر رہتا ہے۔ خالی الذہن ہونے کی بنا پر جو بھی چیز اس کے

دماغ کی تختی پر لکھ دی جائے گی وہ اسے تاعمر یاد رہے گی۔ جب بچے کو کم سنی میں قرآن پڑھایا جاتا ہے تو وہ اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی عمر کے اولین حصے میں ہوتا ہے اور ہر طرح کی فکر، پریشانی، ذمہ داری اور مصروفیت سے آزاد ہوتا ہے، اس حال میں وہ جو کچھ بھی یاد کرتا ہے وہ گویا اس کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے، پھر جیسے جیسے جسم اور مثل کی افزائش ہوتی جاتی ہے ویسے ویسے قرآن بھی پختہ اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ بچپن میں حفظ کی بہترین عمر پانچ سال ہے اور بسا اوقات تو چار سال کی عمر کا بچہ بھی قواعد و کلمات سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس سے کم عمر کے بچے کو تصویروں کے ذریعے حروف تہجی کی پہچان سکھائی جائے، یہ تصاویر جتنی بڑی ہوں گی اتنے ہی بہتر نتائج برآمد ہوں گے، کیونکہ انہیں یہ آسانی دیکھنے، سیکھنے اور ان کا نقشہ ذہن میں بٹھانے میں بچے کو کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

ایسے بچے کو سکھانے کی ایک امکانی صورت یہ ہے کہ اس کو ریکارڈ شدہ کوئی چھوٹی سورت یا ایک آیت بار بار سنائی جائے، حتیٰ کہ وہ اس کی ساعت میں اس قدر گھل مل جائے کہ وہ اس کی زبان پہ بھی جاری ہو جائے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ بچے کے اسلوب میں ہی ریکارڈ کی گئی ہو، یعنی عام جس طرح قراء کرام کی تلاوتیں ہوتی ہیں؛ وہ نہ ہو، کیونکہ وہ اسے بالکل سمجھ نہیں آسکے گی، بلکہ اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے دی جائے اور اس انداز میں پڑھا جائے جیسے کسی بچے کو لاڈلیار سے سکھایا جاتا ہے۔

اگر بچہ ہوشیار ہو اور گھر والوں کی حرکات و سکنات کو دیکھ کر رو عمل دیتا ہو تو پھر اس کے والدین کو چاہیے کہ چھوٹی چھوٹی سورتوں کی ایک ایک آیت اس کو سکھانا شروع کر دیں اور جب تک وہ اسے اچھی طرح ادا کرنے نہ لگ جائے تب تک اگلی آیت شروع نہ کریں۔ اس سے بچے کی ذہن سازی ہو جائے گی اور وہ حفظ کے لیے تیار ہو جائے گا، کیونکہ بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بچے یہ سوچ کر ہی ڈر جاتے ہیں کہ ہم کیسے قرآن کو حفظ کر پائیں گے؟ تو بچپن کی یہ مشق اس کی ذہن سازی میں خاصا کردار ادا کر سکتی ہے۔

یہ بات ہمارے مشاہدے کی ہے کہ بچے کو اگر کہانیاں سنائی جائیں تو وہ بڑی بڑی کہانیاں بڑی آسانی سے یاد کر لیتا ہے۔ اس کی ایک وجہ اس کا خالی الذہن ہونا ہوتا ہے اور دوسری وجہ اس کی توجہ کو اس سمت موڑ دینا ہوتا ہے۔ لہذا اگر بچے کی توجہ شروع سے ہی قرآنی سورتوں کو یاد کرنے کی طرف موڑ دی جائے تو یہ چنداں مشکل نہیں ہے کہ وہ باقاعدہ حفظ قرآن شروع کرنے سے پہلے ہی کئی ایک سورتوں کو یاد کر چکا ہو۔

تنبیہ..... یہ باتیں پڑھتے ہوئے آپ بالکل بھی کبیدہ خاطر اور مایوس نہ ہوں اور یہ مت سوچیں کہ حفظ کی بہترین عمر تو کڈر چکی ہے۔ نہیں، بلکہ آپ اب بھی ہمت باندھیں، شوق اور رغبت کو بیدار کریں اور محنت شروع کر دیں، کیونکہ جو شخص پوری محنت کے ساتھ کسی ہدف کو حاصل کرنے کی ٹھان لیتا ہے، وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ اور میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے چالیس سال کی عمر کے بعد قرآن کریم حفظ کیا ہے۔

حفظ کے لیے وقت کا انتخاب

حفظ کے لیے مناسب وقت کا انتخاب بہت ضروری اور اہم ہے۔ سخت پریشانی اور تکلیف کی حالت میں حفظ نہ کریں، اسی طرح اگر گھر میں بچے شور کر رہے ہوں تو یہ وقت بھی مناسب نہیں ہے، بلکہ مناسب ترین وقت وہ ہے کہ جب آدمی ہر طرح کے جھنجھٹ اور ہر تکلیف و پریشانی سے آزاد ہو اور مکمل راحت و سکون کا ماحول میسر ہو۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ حفظ کے لیے سب سے مفید اور افضل وقت نماز فجر سے پہلے اور بعد کا ہے۔ اس وقت انسان کا ذہن بھی تازہ ہوتا ہے، پرسکون ماحول میسر ہوتا ہے، ارد گرد شور و غل بھی نہیں ہوتا اور نیند پوری کرنے کے باعث جسم بھی راحت و اطمینان میں ہوتا ہے۔

خطیب بغدادی باللہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! حفظ کے لیے تمام اوقات میں سب سے مفید اور بہترین وقت تہجد کا ہے۔<sup>1</sup>

امام ابن الجماعہ فرماتے ہیں: حفظ کے لیے سب سے عمدہ وقت تہجد کا ہے، بحث و تحقیق کے لیے صبح (نماز فجر کے بعد) کا وقت بہترین ہے، کتابت کے لیے دوپہر کا وقت موزوں ترین ہے اور مطالعہ و مذاکرہ کے لیے رات کا وقت زیادہ مناسب ہے۔<sup>2</sup>

اسماعیل بن ابی اویس فرماتے ہیں کہ جب تم کوئی چیز حفظ کرنا چاہو تو سو جاؤ، پھر تہجد کے وقت اٹھو اور چراغ جلا کر پڑھنا شروع کر دو، یقیناً اس وقت اتنا پختہ یاد ہو گا کہ ان شاء اللہ بھی نہیں بھولے گا۔<sup>3</sup>

امام حماد بن زید اللہ سے پوچھا گیا کہ حفظ کے لیے سب سے زیادہ معاون کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: پریشانیوں کی قلت<sup>4</sup>۔ اس لیے کہ جو اس پریشانیوں اور مصائب میں گھرا ہوتا ہے اس کی تمام تر توجہ ہر وقت اسی جانب ہی رہتی ہے، جس کی بنا پر وہ ٹھیک سے پڑھ نہیں پاتا۔ البتہ تہجد کے وقت طبیعت قدرے ہشاش بشاش ہوتی ہے، اگر پریشان حال شخص اس وقت اٹھ کر رب تعالیٰ سے اپنے حالات کی بہتری اور مصائب سے نجات کی دعا بھی مانگے اور ساتھ ساتھ حفظ بھی شروع کر دے تو یقیناً اسے دونوں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

حفظ کے لیے جگہ کا انتخاب:

حفظ کے عمل میں جگہ کا انتخاب بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب زیادہ مفید رہتا ہے جہاں شور و غل نہ ہو، لوگوں کی بہ کثرت آمد و رفت نہ ہو، وہاں سے مناظر وغیرہ دکھائی نہ دیتے ہوں اور سامنے کوئی ایسی دیوار، جگہ یا چیز نہ موجود ہو کہ جس میں نقش نگاری اور تزئین کاری کی گئی ہو، تاکہ طالب علم کی توجہ منتشر نہ ہو اور وہ اپنا مکمل دھیان قرآن کریم کی طرف ہی مرکوز رکھے۔ اگر کسی مرادار کمرے میں بیٹھ کر پڑھا جائے تو سی اس کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے کہ کسی کھلی جگہ، کھیت کھلیان یا درختوں کے باغ وغیرہ میں بیٹھا جائے، اس لیے کہ پھر نگاہ ان ہی نظاروں کی طرف محور ہوتی ہے۔

خطیب بغدادی باللہ فرماتے ہیں کہ حفظ کرنے کے لیے کچھ موزوں ترین مقامات ہیں، طالب علم کو ان کا اہتمام لازمی کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک تو بالا خانہ ہے، یعنی جو کمرہ اوپر والی منزل پر ہو۔ اس کے علاوہ ہر وہ جگہ اس عمل کے لیے مناسب ترین ہے جہاں شور و غل نہ پہنچ سکتا ہو اور دل بھی ہر اس منظر سے دور رہے جو اس کی توجہ پڑھائی سے ہٹا سکتا ہے۔ کسی سرسبز و شاداب جگہ میں، شہر کے کنارے پر اور عام گزر گاہ پر بیٹھ کر حفظ کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس سے نہ تو توجہ ایک سو ہوگی اور نہ ہی نگاہ و دل ان کی طرف سے ہٹ پائیں گے۔<sup>5</sup>

امام ابن الجوزی باللہ فرماتے ہیں کہ نہر کے کنارے اور سرسبز و شاداب مقام پر بیٹھ کر حفظ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دل ان ہی مناظر میں مشغول رہے گا۔<sup>6</sup>

اس سلسلے میں سب سے بہترین اور افضل جگہ مسجد ہے، اس لیے کہ وہاں انسان کا دل یک سو رہنے کے ساتھ اس کی نگاہ بد نظری سے محفوظ رہتی ہے، اس کے کان کوئی ایسی بات نہیں سنتے کہ جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہو اور اس کی زبان بھی سوائے قرآن پڑھنے کے اور کچھ نہیں بول رہی ہوتی۔ ایک مفید صورت یہ ہے کہ مسجد میں چل پھر کر قرآن یاد کیا جائے، اس سے طبیعت میں پیدا ہونے والی سستی بھی ختم ہوتی رہتی ہے اور طالب علم کامل نشاط کے ساتھ سبق یاد کرتا ہے۔ خاص طور پر جب دوہرائی کرنی ہو تو یہی صورت اپنائی جائے اور ہاتھ میں چھوٹے سا قرآن پکڑ لیا جائے، جب کہیں غلطی آئے یا بھولنے لگے تو اسے کھول کر صحیح کر لے۔

ایک عمدہ انداز میں اپنا یا جاسکتا ہے کہ ہر پارے یا ہر سورت کے لیے الگ الگ جگہ مختص کر لی جائے، مثال کے طور پر اگر گھر کے ایک کمرے میں سورۃ البقرۃ حفظ کی جائے، دوسرے میں سورۃ آل عمران اور مسجد میں سورۃ بنی اسرائیل، اسی طرح دیگر مناسب اور پرسکون مقامات پر بھی الگ الگ سورتیں حفظ کی جائیں۔ اس سے ذہن میں ہر سورت کے ساتھ ایک خاص جگہ منسلک ہو جاتی ہے، جب بھی آپ اس سورت کو پڑھیں گے تو اس طور سے زیادہ یاد رہے گی کہ یہ فلاں جگہ حفظ کی تھی اور وہاں فلاں فلاں غلطی آئی تھی، جو اب نہیں آئی چاہیے۔

نیز قرآن حفظ کرتے ہوئے ہر سورت کے مقام نزول کو اگر ذہن میں رکھ لیا جائے تو اس سے بھی حفظ میں آسانی اور مدد ملتی ہے۔ صحابہ اس کا اہتمام کیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود یہ فرماتے ہیں کہ:

”ما أنزلت سورة من كتاب الله إلا أعلم أين نزلت“<sup>7</sup>

”قرآن کی جو بھی سورت نازل ہوئی ہے، مجھے اس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی تھی“

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو زیارت حرمین کی سعادت بخشے تو آپ وہاں بھی قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ کر آئیں، ایک سورت بیت اللہ میں، ایک مسجد نبوی میں، اسی طرح دیگر تمام تاریخی و مقدس مقامات کو حفظ قرآن کے ساتھ یاد گار بنا لیجیے۔ یقیناً آپ جب بھی وہ سورتیں پڑھا کریں گے تو آپ کی نگاہ کے سامنے حرمین کے وہی مناظر آجائیں گے، جس کی آپ کو ایک عجیب کی لذت اور چاشنی محسوس ہوگی۔

خوبصورت آواز میں قرآن کی قراءت

قرآن کے لامتناہی خصائص ہیں، جن میں ایک خاص خشکی، یعنی خوبصورت آواز میں قرآن پڑھنا ہے۔ یہ خاصہ قرآن کو تین طرح سے کلام عرب سے ممتاز کرتی ہے:

اول..... نون میم مشدد، ادغام اور انخفاء میں مقدار غنہ کی زیادتی  
ووم.... بعض معروف مقامات پر مقدار مد میں اضافہ

سوم..... وہ خاص فطری ردھم جو قاری کی آواز میں تلاوت کے دوران پیدا ہو جاتا ہے، اگرچہ پڑھنے والا کسی بھی علمی استعداد کا ہو۔  
اس سبب سے قرآن کریم کی تلاوت ایک خاص دل پسند نغمے کی شکل میں قواعد تجوید کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور وہ نغمی اس قدر مربوط ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے قرآن کریم کا حفظ آسان ہو جاتا ہے، اور اسے دوبارہ دوہرانا بھی آسان ہو جاتا ہے، اگر آپ ایک خاص طریقے پر اور خاص لہجے میں قرآن کریم پڑھنے کی عادت رکھتے ہیں تو قرآن پڑھتے ہوئے کہ کوئی لفظ حافظ سے اتر جاتا ہے تو زبان بغیر اس لفظ کے قراءت جاری رکھنے سے انکار کرتی ہے اور باقاعدہ لہجہ باور کرتا ہے کہ یہاں لفظ چھوٹ گیا ہے، اور اگر زبان اسے ادا کر بھی دے تو کان اسے قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ بھی تار تسلسل کے ٹوٹنے کو باقاعدہ محسوس کرتے ہیں، یہی سبب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لیس منا من لم یتغن بالقرآن“<sup>8</sup>

”جس نے خوش آوازی سے نہ پڑھا وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے“

عبدالجبار بن ورد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن ابی ملیکہؒ سے پوچھا: اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے فرمایا: جس قدر ممکن ہو وہ احسن انداز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرے۔<sup>9</sup>

امام وکیع اور امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ جو خوش آوازی میں پڑھنے کی کوشش ہی نہ کرے، وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔<sup>10</sup>

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

”زینوا القرآن بأصواتکم“<sup>11</sup>

”قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو“

قرآن کو اچھی آواز اور عمدہ لب و لہجے میں پڑھنا مستحب ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ خوبصورت آواز میں قرآن سننے میں اور ہی لذت محسوس ہوتی ہے اور نسبتاً زیادہ سے زیادہ قرآن سننے کو اور لمبا قیام کرنے کو دل کرتا ہے، اس کے برعکس اگر قاری کی آواز بھلی نہ ہو تو سامع کی طبیعت میں گرانی محسوس ہونے لگتی ہے۔

قرآن کریم حفظ کرنے والے کے لیے زیادہ لائق تحسین ہے کہ وہ اپنے خاص فطری لیے میں ہی قرآن پڑھے اور یہ تکلف معروف قراء کے لیے اپنانے کے پیچھے نہ پڑ جائے، کہ اپنا اصل مقصد ہی بھول جائے۔ بس یہ آواز بلند اپنے لیے میں پڑھتا رہے اور یہ طریقہ اس کے حفظ قرآن میں معاون ہو گا۔

زبیر بن بکارؓ فرماتے ہیں: میں اپنے رجسٹر سے سبق دوہرا رہا تھا اور دل ہی دل میں یہ دوہرائی جاری تھی کہ میرے والد گرامی آئے اور کہنے لگے: تمہاری دوہرائی کے اس طریقے سے تمہارے قلب و ذہن تک صرف تمہاری آنکھ کے ذریعے علم پہنچ رہا ہے، لہذا جب بھی تم دوہرائی کرنے لگو تو اپنے لکھے ہوئے کو یہ غور دیکھو اور آواز بلند پڑھنے لگ جاؤ، اس طرح سبق تمہاری بصارت اور سماعت؛ دونوں راستوں کے ذریعے لوح دل تک پہنچے گا۔<sup>12</sup>

ابو ہلال عسکریؒ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ طالب علم کے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ آواز بلند اپنا سبق پڑھے، یہاں تک کہ وہ خود اس کی سماعت کرے، کیونکہ کان جس چیز کو سنتا ہے وہ دل میں پختہ ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ شخص زیادہ بہتر حافظ ہو گا جو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنی قراءت کو سنتا بھی

ہے۔ جب کسی پڑھی ہوئی چیز کو زیادہ فصاحت سے ادا کرنا مطلوب ہو تو قاری اسے یہ آواز بلند پڑھے تو ادائیگی میں فصاحت بڑھ جائے گی۔<sup>13</sup> حاصل یہ ہے کہ تجوید اور ترتیل کے اصولوں میں ڈھلی ہوئی نغسگی قرآن کی ہی خصوصیت ہے۔ مشائخ قرآن کے ہاں یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جب وہ کوئی آیت پڑھتے ہیں یا انہیں کوئی پڑھ کر سنا تا ہے تو جہاں ایک حرف بھی درستی سے ادا نہ ہو تو انہیں فوراً احساس ہو جاتا ہے اور وہ قاری کو دوبارہ اس لہجے میں پڑھنے کا کہتے ہیں جس میں اس نے حفظ کیا ہوتا ہے، تو وہ غلطی خود بہ خود درست ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کا یہ پہلو بھی اس کی معجزاتی شان کا حصہ ہے جو الگ سے اس لائق ہے کہ اس پر تحقیقات کی جائیں۔

قرآن کریم کے ایک ہی طبع کا انتخاب

باری تعالیٰ نے اپنی کتاب کی کتابت کی توفیق بے شمار کتابوں اور خطاطوں کو دی ہے، جنہوں نے ہزاروں مصاحف مختلف انداز اور سائز میں لکھے ہیں، ان مصاحف میں کاتبین قرآن نے باقاعدہ یہ لحاظ رکھا ہے کہ قرآن کریم کو اس انداز میں تحریر کیا جائے کہ حفظ میں سہولت ہو، لہذا انہوں نے یہ بھی تجویز کیا کہ آیت کی ابتدا صفحے کے شروع سے کی جائے اور آیت کا اختتام صفحے کے اختتام پر ہو۔

یہ ترتیب حفظ کے لیے بے حد آسان ہے، جس سے قرآن کریم کے مختلف حصص کی مقدار بھی بہ آسانی متعین ہو جاتی ہے اور صفحات کی ترتیب سے قرآن کریم یاد کر لیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ماہرین یہی نصیحت کرتے ہیں کہ بچوں کو اسی مصحف پر حفظ کروایا جائے اور یہ وہی مصحف ہے جس کی اعلیٰ بیانیہ پر اشاعت کی ذمہ داری ملک فہد کمپلیکس (سعودی عرب) نے لے رکھی ہے۔

دیگر اہل علم اس رائے کے مخالف ہیں، وہ تلقین کرتے ہیں کہ ایسے مصحف کے ذریعے حفظ کروایا جائے جس میں صفحہ آیت کے درمیان میں ختم ہوتا ہے تاکہ حفظ قرآن پر صفحات کو باہم ربط دینا آسان ہو جائے، ان نسخہ ہائے قرآن میں سپارے کو رکوعات میں تقسیم کیا جاتا ہے اور بچہ ان کی مدد سے حفظ کرتا ہے اور رکوع کی تقسیم میں معانی کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ بہر حال حافظ جس قرآن کریم کے جس نسخے اور طبع (پرنٹ) کا انتخاب کرے؛ ضروری ہے کہ اس مخصوص مصحف کے علاوہ کسی اور مصحف پر نہ پڑھنے لگ جائے، تاکہ آیات کے ابتداء و اختتام کے مقامات اس پر خلط ملط نہ ہوں اور حافظے میں موجود صفحات کی تصویروں کے آگے پیچھے ہونے سے پریشانی نہ ہو، کیونکہ حفظ کے دوران صفحات کا مکمل پرنٹ اور تصویر بھی حافظے میں نقش ہو جاتی ہے۔

بہت سے ایسے حفاظ کرام کہ جنہوں نے مصحف مدینہ کے حافظی نسخے کا انتخاب کیا ہوتا ہے جب وہ صفحہ ختم کرتے ہیں تو ٹھہر جاتے ہیں اور عام طور پر دوسرا صفحہ مکمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، کیوں کہ ان کے حافظے میں قرآن کریم الگ الگ تختیوں کی شکل میں موجود ہوتا ہے اور ایک تختی کو دوسری سے بالکل الگ تصور کرتے ہے، اس لیے ایسے حفاظ کو آٹھویں قاعدہ میں توجہ دلائی جائے گی کہ وہ کس طرح ربط صفحات کی شکل سے نبرد آزما ہوں اور کیسے اپنی تمام تر توجہ صفحات کے ابتداء اور اختتام پر صرف کر میں، خاص طور پر جب پہلی بار حفظ کیا جاتا ہے۔

حفظ قرآن سے پہلے تلفظ کی درستگی کا اہتمام

کسی بھی سورت کو حفظ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس سورت کی قراءت کو درست کیا جائے۔ قراءت میں حرکات کی درست ادائیگی، مخارج کا لحاظ رکھنا اور صفات کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرنا شامل ہے اور یہ چیز ذاتی کوشش سے حاصل ہوتی ہے، لیکن ضروری ہے کہ ایک پختہ کار استاذ سے بھی مدد لی جائے، کیونکہ قرآن کریم صرف ان مشائخ سے بغیر کسی واسطے کے اخذ کرنا ضروری ہے جنہوں نے اپنے مشائخ سے پڑھ کر اخذ کیا ہو، یہاں تک کہ ان کی سند رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ اگر کوئی ماہر اور پختہ کار استاذ میسر نہ ہو تو کسی بڑے مجود کی کیسٹ سے مدد لی جاسکتی ہے، لیکن یہ طریقہ مستقل اختیار کرنا نقصان دہ ہے، لہذا اسی پر اعتماد کر کے بیٹھنا درست نہیں۔

یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ جو طلبہ قراءت کے بغیر حفظ شروع کر دیتے ہیں۔ وہ حرکات اور تلفظ کی بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، بعد میں ان غلطیوں سے چھٹکارا پانا بے حد مشکل کام بن جاتا ہے، باوجودیکہ انہیں ان کے بارے میں علم بھی ہو جائے۔ ایسے ہی یہ بات بھی تجربے سے ثابت ہے کہ وہ استاذ جو حفظ سے قبل قراءت درست کرنے کا اہتمام کرتے ہیں وہ دیگر معلمین کی نسبت زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ ہر ایسا بچہ



جس کے مخارج اور لہجہ درست ہو وہ دیگر طلبہ سے کہ جن کے تلفظ درست نہیں ہوتے اور لہجے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، آدھے وقت میں حفظ قرآن کی تکمیل کر لیتا ہے، خصوصاً اس وقت جب بچہ چھوٹی عمر میں حفظ کرے۔ حفظ قرآن کے مدارس میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ حفظ سے پہلے تصحیح قراءت پر مکمل ایک سال صرف کرتے ہیں، جس میں حروف ہجاء کی تصحیح، مخارج کی پہچان اور ناظرہ قرآن میں پیشگی پیدا کی جاتی ہے، اور جب تک وہ مکمل قرآن کو درست قراءت کے ساتھ دیکھ کر پڑھنا سیکھ نہیں جاتا اسے پہلے سال میں حفظ قرآن کی اجازت نہیں دی جاتی، اور دوسرے سال میں جب وہ حفظ قرآن کی ابتدا کرتے ہیں تو سال کے مکمل ہونے تک بیشتر طلبہ حفظ بھی مکمل کر لیتے ہیں اور قرآن کی منزل بھی بے حد مضبوط ہوتی ہے۔

تنبیہ..... ہم نے اپنے امتحانی دورہ جات میں مغربی ممالک میں یہ دیکھا ہے کہ وہاں طلبہ کی آسانی کے لیے حروف قرآن کو رومن انگلش میں لکھا جاتا ہے جو کہ بہت خطرناک غلطی ہے، اور اکثر طلبہ اس انداز میں پڑھتے ہوئے قرآن کے اس لفظ کی قراءت ہی غلط کر جاتے ہیں، مثلاً لفظ غم کو (AMMA) اور آعطینا کو (AATAINAAKA) لکھا جاتا ہے، جو کہ واضح طور پر قرآن میں تحریف کی ایک صورت ہے اور یہ حرام ہے۔ فرانس میں تیسویں پارے کے ابتدائی حصے کو فرانسیسی زبان میں جبکہ انڈونیشیا میں مکمل قرآن انڈونیشی زبان میں لکھ کر شائع کیا گیا ہے، ایسے ہی انگریزی زبان میں بھی طباعت قرآن موجود ہیں۔ الشیخ صالح علی العود نے تحریر کتابۃ القرآن بحرف غیر العربیہ کے عنوان سے ایک بحث رقم کی ہے جس میں انہوں نے اس طریقے کے حرام ہونے پر قرآن وحدیث، اجماع علماء اور فتاوی جات میں سے پچاس سے زائد دلائل دیے ہیں۔

عجمی لوگوں کے لیے حفظ قرآن کا بہترین طریقہ

ایسے افراد کہ جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے، ان کے لیے قرآن حفظ کرنے کا بہترین طریقہ تین مراحل پر مشتمل ہے: الف..... قراءات قرآن سے پہلے حروف تہجی کو سیکھیں، اس مرحلے میں کسی مفید ابتدائی قاعدے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اور پورے اہتمام سے یہ کوشش کی جائے کہ بچے حروف کی درست ادائیگی اور پہچان کے قابل ہو جائیں۔

ب..... دوسرے مرحلے میں اجزائے حروف کی پہچان کروائی جائے، کلمات کو جوڑنے کی مشق کروائی جائے، یہاں تک کہ بچے حروف اور حرکات کی درست ادائیگی کے ساتھ ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کے قابل ہو جائیں۔ ناظرہ کی ابتدا مختصر سورتوں سے کی جائے۔

ج..... تیسرے مرحلے میں حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے لیے ان طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جن کا ذکر آئندہ فصل میں ہو گا۔

مضبوط حفظ کے لیے ربط آیات کا عمل

ربط آیات مضبوط حفظ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ حفظ قرآن کے اہم قواعد میں سے ایک قاعدہ عمل رابطہ کا ہے، جو آیات کے اواخر کو اوائل سے صوتی اور نظری طور پر مربوط کرنے سے عبارت ہے۔ وہ اس طرح کہ اپنے سامنے قرآن کا وہ صفحہ کھول لیا جائے جو حفظ (کرنا ہے، پھر پہلی آیت کو حفظ کرتے ہوئے اس کے آخر پر نظر مرکوز رکھی جائے، مثال کے طور پر دوسرے سارے کی پہلی آیت کو لپیچے:

”سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّيْتُمْ هَٰؤُلَاءِ مَا وَكَلْتُمْ هَٰؤُلَاءِ قُلْ لِلَّهِ الشَّرْفُ وَالْمَغْرِبُ يَدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“<sup>14</sup>

اس آیت کے آخری حصے کو بہ آواز بلند پڑھا جائے، پھر جلدی سے بغیر کسی توقف کے دوسری آیت: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا کے ابتدائی حصے کو ساتھ ملایا جائے اور اس کا بار بار تکرار کیا جائے، جو پانچ مرتبہ سے کم نہ ہو۔ اسی طرح بکثرت آیتوں کے آخری اور ابتدائی اجزاء اور سورتوں کے انتظام اور ابتداء کے اجزاء کو پڑھا جائے، اس سے یقیناً ایک بہت بڑا فائدہ ملے گا اور زبان خود بہ خود ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے گی اور حفظ قرآن کے دوران طلبہ کے لیے رابطہ آیات کی مشکل بخوبی حل ہو جائے گی، نیز ایک مربوط انداز میں حفظ قرآن کا مرحلہ مکمل ہو گا۔

نیز اسی عمل کو صفحات کے اوائل اور اواخر میں بھی دوہرایا جائے، خصوصاً ان مصاحف میں کہ جہاں صفحے کے اختتام پر آیت بھی ختم ہوتی ہے اور اس کی مشق کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ رات سونے سے پہلے اس کی زبانی مشق کی جائے اور صفحات کے اوائل کو صفحات کے اواخر سے ملانے

کی حتی الامکان کوشش کی جائے، یہاں تک کہ یہ لوح قلب پر نقش ہو جائے، اسی طرح رابطہ کو ارباع اور احزاب میں بھی استعمال میں لایا جائے اور اس کی پوری تصویر ذہن میں بنائی جائے کہ ہر پارے میں دو احزاب ہوتے ہیں اور ہر حزب؛ چار پر مشتمل ہوتا ہے، اور اس کی کوشش کی جائے کہ ربیع کا پہلا جملہ ذہن میں نقش ہو، مثلاً ارباع پر پہلے پارے کو اگر اس تقسیم کے مطابق دیکھا جائے کہ حزب اول میں چار ارباع ہیں، جن کے پہلے جملے یہ ہیں:

ربیع اول      اَلْحَفْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ربیع ثانی      اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَخِيْۤىۡۤ اَنْ يُّضْرَبَ مَثَلًا

ربیع ثالث      تَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ

ربیع رابع      وَاِذْ اَسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ

اور حزب ثانی میں بھی چار ارباع ہیں:

ربیع اول      اَفْتَضَلُوْۤا اَنْ يُؤْمِنُوْۤا لَكُمْ

ربیع ثانی      وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

ربیع ثالث      مَا نَنْسَخْ مِنْ عٰیٰةٍ اَوْ نُنسِیْهَا

ربیع رابع      وَاِذْ اَبْتَلٰۤیۡ اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗۤۤۢ بِكَلِمٰتٍ

اگر اسی طرح تمام اجزاء کو تقسیم کر کے ذہن میں بٹھالیا جائے تو تھوڑے ہی وقت میں بہترین نتیجے کا امکان ہے، بشرطیکہ اس پر ہمیشگی اختیار کی جائے۔

دوہرائی کا عمل نئے حفظ کو ضائع ہونے سے بچانے میں معاون

حفظ کیے ہوئے حصے کو یاد رکھنے کے سلسلے میں لوگوں کی صلاحیت میں تفاوت ہوتا ہے، کچھ لوگ کم دوہرانے سے بھی اسے یاد رکھتے ہیں جبکہ کچھ کو منزل یاد رکھنے کے لیے کثرت سے دوہرانا پڑتا ہے۔ اس دوہرائی کی دو صورتیں ہیں:

الف..... حفظ کیے ہوئے حصے کی دل میں دوہرائی:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے ایک بار بغیر آواز کے اپنے حافظے سے ہی دوہرائی کریں۔ اس مشق سے اس کے حافظے میں یاد کیے ہوئے حصے کی تصویر اس طرح محفوظ ہو جائے گی کہ آیات کے ابتدا و اختتام اور صفحات کا پورا نقشہ ایک تصویر کی شکل اختیار کر لے گا، جیسا کہ پہلے بیان میں کیا گیا ہے۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ:

”اجعلوا الحدیث حدیث أنفسکم و فکر قلوبکم تحفظوه“<sup>15</sup>

”حدیث شریف کو اپنی خود کلامی اور غور و فکر بنا لو، تاکہ تم اسے یاد رکھ سکو“

اس قول کی روشنی میں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ قرآن کریم کو خود کلامی اور دل کے غور خوش کا حصہ بنا لو، تاکہ یہ تمہارے قلوب میں نقش ہو جائے۔

عز بن عبد السلام فرماتے ہیں کہ:

”ما یمت لیلۃ إلا وأمررت أبواب الفقه علی قلبی قبل النوم“<sup>16</sup>

”میں ایک شب بھی ایسی نہیں سویا کہ میں نے فقہ کے تمام ابواب کو سونے سے پہلے اپنے دل میں دوہرایا نہ ہو“

ب:..... آواز بلند حفظ شدہ حصے کا تکرار:

جس شخص کی خواہش ہے کہ وہ اس طرح قرآن حفظ کرے کہ جو بہت پختہ ہو اور اسے کبھی بھولے نہیں، تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ بہ آواز بلند کثرت سے دوہرائی کیا کرے، اور ایک یا دو مرتبہ دوہرانے پر ہی اکتفاء نہ کرے، اگرچہ جس قدر بھی ذہن ہو۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: ہمیں حسن بن بکر نیشاپوری نے بتلایا کہ مجھے اس وقت تک کوئی چیز حفظ نہیں ہوتی جب تک اسے پچاس بار دوہرا نہ لوں۔ اور ابوالسحاق شیرازی اللہ سبحانہ کو سو بار دوہرا کیا کرتے تھے۔<sup>17</sup>

یہ بات حقیقت ہے کہ کثرت سے دوہرائی کرنا انسان کو تھکا دیتا ہے، لیکن ایسا صرف ابتدا میں ہی ہوتا ہے، بعد میں یہ معمول بن جاتا ہے اور کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے نتائج انتہائی شاندار ہوتے ہیں اور قرآن کا حفظ شدہ حصہ جس کی کثرت سے دوہرائی نہ کی گئی ہو، وہ بہت جلد حافظے سے گم ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اس واقعہ کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے جسے امام ابن جوزی نے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہمیں حسن نے بیان کیا: ایک فقیہ نے اپنے گھر میں ایک درس کو باؤز بلند اس قدر دوہرا کیا کہ اس کے گھر کی ایک بڑھیا کہنے لگی: یہ درس تو مجھے سن سن کر یاد ہو گیا ہے۔ تو فقیہ نے کہا: سناؤ۔ تو اس بڑھیانے سنا دیا۔ چند روز گزرنے کے بعد اس فقیہ نے پھر اس بڑھیانے سے کہا: ذرا اس سبق کو دوبارہ سنا دیجیے۔ تو وہ کہنے لگی: اب وہ مجھے یاد نہیں ہے۔ تو فقیہ کہنے لگے: میں نے اس لیے بار بار دوہرا کیا تھا کہ جس چیز کا آپ شکار ہوئی ہیں اس سے میں محفوظ رہوں۔<sup>18</sup>

یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ عام لوگوں میں سے بہت سوں کو قرآن کی آخری سورتیں، سورۃ یسین، سورۃ سجدہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات زبانی یاد ہوتی ہیں، جو انہیں نمازوں میں امام صاحب سے بکثرت سننے کی وجہ سے یاد ہو چکی ہوتی ہیں۔

مرتب انداز میں روزانہ حفظ کا اہتمام انسان کا کسی بھی کام کو اپنی ذات پر لازم کرنا ابتداً بے پناہ مشکل ہوتا ہے، خصوصاً ایسا کام جس کی طرف طبیعت مائل نہ ہوتی ہو۔ ان میں سے ایک کام کسی چیز کو زبانی یاد کرنا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ طلبہ ایسے اسباق؛ بالخصوص جن میں حفظ بکثرت ہو، ان سے بھاگتے ہیں، باوجودیکہ وہ جانتے ہیں کہ جب زبانی یاد کرنے کی عادت ہو جائے تو وہ آسان ہو جاتا ہے اور ایک محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔

حفظ قرآن کریم کے اہم ترین قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ خود کو روزانہ کی بنیاد پر حفظ کا پابند بنایا جائے، یعنی اگر قرآن کا ایک خاص حصہ حفظ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس میں کمی نہ کی جائے۔ چند دنوں تک جب آپ اس پر پابندی کریں گے تو شیطانی وسوسوں، سستی اور کاہلی کا خاتمہ ہو جائے گا، پھر یہ انتہائی پر لطف مشغلہ بن جائے گا اور آپ کی روزمرہ زندگی کا اس طرح حصہ بن جائے گا جس طرح کھانا پینا ہے۔

امام زہری باللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ آدمی جب علم حاصل کرنا شروع کرتا ہے تو اس کا دل ایک گھاٹی کی مانند ہوتا ہے، پھر کچھ عرصے بعد وہ ایک ایسی دادی بن جاتا ہے کہ جس میں جو چیز بھی ڈالی جائے، وہ اس کو نگل جائے۔<sup>19</sup>

یعنی طلب علم کے ابتدائی دور میں حافظ انتہائی محدود ہوتا ہے لیکن مسلسل حفظ سے قراءت، مطالعہ اور محنت سے اس کے در پیچھے کھل جاتے ہیں، حفظ سے اس کی ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دل علم کو یوں نگلتا ہے جس طرح وادی ہر شے کو نگل جاتی ہے۔

ابوالسح الطائی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بچوں سے اشعار سنتا تھا، پھر جب میں انہیں دوبارہ سنانے کو کہتا تو وہ مجھے ڈانٹتے اور کہتے کہ تم سنتے ہو لیکن یاد نہیں رکھتے ہو۔ چنانچہ میں نے یاد کرنا شروع کر دیے۔ ابتداءً جب میں نے یاد کرنے کا ارادہ باندھا تو یہ میرے لیے انتہائی مشکل تھا، پھر میں نے اپنے آپ کو اس کی عادت ڈالی، یہاں تک کہ میں نے رو بہ کا قصیدہ؛ جو کہ دو سو اشعار پر مشتمل تھا، ایک رات میں حفظ کر لیا۔<sup>20</sup>

لہذا ہمیں چاہیے کہ روزانہ کی بنیاد پر حفظ کے لیے وقت نکالیں، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اگر پتھر پر پانی کا ایک قطر مسلسل گرتا رہے تو اس میں بھی گڑھا ڈال دیتا ہے۔ ابولہلال عسکری اللہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فرات اللہ روزانہ صبح کے وقت کچھ نہ کچھ ضرور حفظ کیا کرتے تھے، خواہ تھوڑا ہی کریں۔ اسی طرح ایک شیخ کا قول ہے کہ میں جمعے کے روز (یعنی چھٹی کے دن بھی صرف اس لیے کلاس میں حاضر ہوتا ہوں تاکہ حاضری کی عادت نہ ٹوٹے، اگرچہ درس نہ بھی ہو۔

قرآن کے عمل کو منظم کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہفتے میں ایک یا دو روز طبیعت کو راحت فراہم کی جائے اور اس دوران حفظ نہ کیا جائے۔ یہ چیز حافظے کی نشاط اور حفظ میں مدد کا باعث ہے۔



حفظ قرآن کے عمل کو مزید مرتب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ پر روزانہ کچھ متعین حصہ حفظ کرنے کی قید لگائی جائے، تاکہ خاص وقت میں قرآن کریم کا کچھ طے شدہ حصہ مکمل کر سکے اور پھر چند دنوں کے لیے آرام کی غرض سے اس عمل کو چھوڑ دے، پھر طبیعت کی بحالی بعد کے دوبارہ شروع کرے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ استاد کے مشورے اور اس کی نگرانی میں ہو، تاکہ ذاتی ترجیحات اور شخصی رغبتیں جگہ نہ پاسکیں۔ خطیب بغدادی باللہ فرماتے ہیں کہ:

”طالب علم کے لائق ہے کہ اپنے آپ پر حفظ کی ایک متعین مقدار تحدید کرے اور جب اسے مکمل کر لے تو پھر چند روز کا وقفہ کرے، اس کی مثال ایک عمارت کی سی ہے کہ جو شخص خوبصورت تعمیر چاہتا ہے وہ اسے پختہ ہونے کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور پھر وقفے کے بعد دوبارہ شروع کرتا ہے۔ اگر ایک ہی روز میں ساری تعمیر مکمل کرنے کی کوشش کرے تو بہتری کی امید نہیں ہوتی اور بہت جلد اس کے گرنے کا امکان ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک طالب علم اپنے اوپر حفظ کی ایک خاص مقدار لازم کرے اور اسے یاد کرنے کے بعد پھر وقفہ کرے، یہاں تک کہ وہ پختہ ہو جائے۔ جب طبیعت دوبارہ نشاط کے ساتھ پڑھنے کی طرف مائل ہو تو پھر حفظ کرنا شروع کر دے۔ اگر طبیعت پوری یکسوئی کے ساتھ مائل نہیں ہے تو اپنی ہمت کو اس کے لیے مت کھپائے“<sup>21</sup>

حفظ کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ پریشانی اور تکلیف کے اوقات میں حفظ نہ کیا جائے بلکہ ایسے اوقات میں کسی ایسے کام کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی جائے۔ جس سے پریشانی کے ختم ہونے کا امکان ہو، یعنی سکون و راحت کے حصول کی تگ و دو یا پسندیدہ چیزوں کی طرف متوجہ ہو جائے۔ نیز کچھ نادر قصے اور ایسے خوبصورت اشعار سننے کا اہتمام کیا جائے جو حکمت سے بھرپور ہوں، تاکہ غم کا مداوا ہو۔

سست روی سے کیا گیا پختہ حفظ؛ عجلت سے بہتر ہے

آنکھ کے عدسے کا حفظ کے عمل میں ایک اہم کردار ہے، بالکل ایسے ہی جس طرح کسی کیمرے کے شیشے کا ہوتا ہے۔ کیمرہ مین جس طرح کیمرے کے شیشے کو انتہائی آہستگی سے مناظر کی تصویر کشی کے لیے حرکت دیتا ہے اور مناظر کا بہت وقت سے مشاہدہ کرتے ہوئے عکس بند کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انتہائی نادر تصاویر سامنے آتی ہیں، اسی طرح وہ شخص جو قرآن کریم کے صفحات کو خوبصورتی سے اپنے حافظے میں نقش کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلی مرتبہ آیت کو ٹھہر ٹھہر کر نظر کو مرکوز کر کے پڑھے اور پھر بار بار اس رفتار سے اس کو دہرائے، یہاں تک کہ اسے یاد ہو جائے۔ جس قدر وہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی عادت بنائے گا اسی قدر بہترین نتائج برآمد ہوں گے اور اگر نظر کو تیزی سے آیات پر سے گزارے گا اور اسی اسلوب میں اپنے طے شدہ سبق کو حفظ کرے گا تو امکان ہے کہ کہیں وہ ایک کلمہ چھوڑ دے اور کہیں پوری سطر ہی نظر سے اوجھل ہو جائے، نتیجتاً جلدی سے کیا ہوا حفظ ایک نامکمل اور کمزور حفظ ہوگا، جسے شاید دوبارہ حفظ کرنے کی ضرورت پڑے۔

حفظ قرآن کے حلقے میں ہم نے بکثرت دیکھا ہے کہ ایک بچہ ایک صفحے کو جلد یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید اس نے یاد کر لیا ہے اور وہ استاد کو بہت کم اغلاط کے ساتھ سنا بھی دیتا ہے، لیکن استاد کو چاہیے کہ ایسے بچے کو تنبیہ کرے کہ وہ جلد بازی میں حفظ کرنے سے باز رہے اور آئندہ تیزی سے سنائے گئے سبق کو قبول نہ کرے۔

یہ بات میرے تجربے میں آئی ہے کہ وہ آیات جو انسان مکمل توجہ اور آہستہ رفتار کے ساتھ حفظ کرتا ہے اور اسی انداز میں اسے دہراتا ہے تو یہ حفظ تیز رفتاری سے کیے گئے حفظ سے انتہا درجے پختہ اور مضبوط ہوتا ہے، جس کا احساس خود طلب یہ علم کو بھی ہوتا ہے کہ ان کی بعض سورتیں دیگر کی نسبت زیادہ پختہ ہیں، وجہ یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے ان سورتوں کو یاد کرنے میں زیادہ کوشش اور وقت صرف کیا ہوتا ہے اور بہترین رفتار کے ساتھ انہیں یاد کیا ہوتا ہے۔ خطیب بغدادی باللہ فرماتے ہیں: جو آدمی حفظ کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ چنگلی کے ساتھ حفظ کرے، کثرت کی فکر میں نہ لگا رہے، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے حفظ کرے اور اس کے ساتھ اس کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُتَبِّهَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا“<sup>22</sup>

”اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ میں نازل کیوں نہیں کر دیا گیا؟ ایسا اس لیے کیا گیا ہے تاکہ ہم اس کو اچھی طرح تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور اسے ہم نے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے“



حفظ قرآن کے ساتھ عمل صالح کا اہتمام

اطاعت الہی سے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں، نزول سکینت کا باعث بنتی ہے، لوح ذہن کو چمکا دیتی ہے اور حفظ قرآن کی استطاعت میں بے پناہ اضافہ کرتی ہے۔ جبکہ معاصی سے پر آگندہ ہونے والا سیاہ دل اللہ کی ناراضی کا باعث ہوتا ہے اور اس سے حفظ اور علم کی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔

سیدنا ابن مسعود فرماتے ہیں کہ:

”إلى لأحيب الرجل بنى العلم كان يعلمه بالخطيئة يعملها“<sup>25</sup>

”میں سمجھتا ہوں کہ ایسا آدمی جو علم کو جاننے کے باوجود بھول جاتا ہے، وہ صرف گناہ کی پاداش سے ہوتا ہے جو اس کے عمل کا حصہ بن جاتے ہیں۔“

امام سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ کیا گناہ کی وجہ سے آدمی کا علم سلب کر لیا جاتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

”فِيمَا نَقُصُّهُمْ وَيَسْفِتُهُمْ لَعْنُهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَلْبَةً فَلْيُسَبِّحْهُ يُخَفِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ“<sup>26</sup>

”پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت بر سادی اور ان کے دل سخت کر دیے، وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور انہیں جو کچھ

نصیحت کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے“<sup>27</sup>

جبکہ یہ تو کتاب اللہ ہے اور تمام علوم سے بڑا علم ہے، سو اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو حفظ کرتے ہوئے عملی کوتاہی نہ برتی جائے، تاکہ یہ طالب

علم کے خلاف دلیل نہ بن جائے۔ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا حافظے کو درست اور پختہ کرنے والی کوئی چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

”إن كان شيء فترك المعاصي“<sup>28</sup>

”اگر کوئی چیز ہے تو وہ گناہوں کو چھوڑنا ہے“

علی بن خشرم نے امام وکیع سے کہا: میں ایک کند ذہن آدمی ہوں، مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہوتا، میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائے۔ تو انہوں نے فرمایا:

اے بیٹے! اللہ کی قسم! حفظ کے لیے آج تک جو میری سب سے مجرب دوا ہے وہ گناہوں سے پرہیز ہے۔<sup>29</sup>

یہاں یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام علی بن خشرم کے اس سوال کو ذکر کیا جائے جو انہوں نے امام وکیع سے کیا تھا کہ:

شكوت إلی وکیع سوء حفظی

فارشدنی إلی ترک المعاصی

وقال علم بان العلم نور

ونور اللہ لا یعطی لعاصی

”میں نے (اپنے استاذ) وکیع کو اللہ سے اپنا حافظہ کمزور ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی اور فرمایا: جان لو! علم نور

ہے اور اللہ کا نور کسی گناہ گار کو نہیں دیا جاتا“

لہذا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اس شخص کے لیے کس قدر ضروری ہے جو حفظ قرآن کا شوق رکھتا ہو۔

ویسے بھی علم کے متعلق قرآن کریم میں شدید وعید وارد ہوئی ہے:

”ياايها الذين آمنوا لم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله أن تقولوا مالا تفعلون“<sup>30</sup>

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ تم جو کرتے نہیں اس کا (لوگوں کو) کہنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے“

روز قیامت تین آدمیوں؛ مجاہد، سخی اور عالم کو صرف نیت خالص نہ ہونے کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اللہ تعالیٰ جب عالم سے سوال کرے گا

کہ میں نے تجھے قرآن کے علم جیسی عظیم دولت سے نوازا تھا، تو نے کیا کیا؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں نے تیرے قرآن کا علم سیکھا، پھر اس کی تبلیغ

وترویج کی اور اسے دوسرے لوگوں کو بھی سکھایا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی فرمائے گا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے، تیری نیت صرف یہ تھی کہ لوگ تیرے

علم کی تعریف کریں اور تجھے بہت بڑا عالم سمجھیں۔ لہذا اب میرے پاس تمہارے لیے کوئی بڑا نہیں ہے، کیونکہ تمہاری نیت میں میری رضا کا حصول

شامل ہی نہیں تھا۔ پھر اسے حکم خداوندی پر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔<sup>31</sup>

اسلام علم اور عمل کے رابطہ کا نام ہے۔ جن آیات کو انسان حفظ کر رہا ہوتا ہے ان پر عمل کرنے سے وہ آیات ذہن میں ثبت ہو جاتی ہیں۔ یہ کیسے

ممكن ہے کہ جس شخص کی روزمرہ زندگی میں قرآن موجود نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے حفظ کے دروازے کھول دے؟

امام سفیان ثوری اللہ فرماتے ہیں:

”ہتف العلم بالعمل، فان أجابه ولا ارتحل“<sup>32</sup>

”علم عمل کے ساتھ ہی منادی لگاتا ہے، اگر تو کوئی اسے قبول کر لے تو ٹھہر جاتا ہے، ورنہ رخت سفر باندھ لیتا ہے“

امام غزالی فرماتے ہیں:

”لو قرأت العلم مائة سنة وجمعت ألف كتاب، لا تكون مستعدا لرحمة الله تعالى إلا بالعمل“<sup>33</sup>

”اگر تو ایک سو سال تک علم حاصل کرے اور ایک ہزار کتابیں جمع کر لے، تو بغیر عمل کے اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں ہو سکتے“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَأَنْ يَلَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“<sup>34</sup>

”انسان کو وہی ملتا ہے جس کے حصول کی وہ کوشش کرتا ہے“

امام وکیع فرماتے ہیں کہ ہم حدیث کو حفظ کرنے کے لیے اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے تھے اور ہمارا یہ معمول تھا کہ بکثرت روزے رکھ

کر حدیث حفظ کیا کرتے تھے۔<sup>35</sup>

انتہائی اہم قاعدہ ہے کہ حفظ سے پہلے حفظ کی تیاری کرنی چاہیے اور یہ اعضائے جسمانی کو گناہوں سے پاک کرنے اور اعمالِ صالحہ سے مزین کرنے

سے حاصل ہوتی ہے۔ پیارے بھائی! وہ آنکھ کہ جس کے ساتھ قرآن کریم حفظ کرنا ہے؛ اس کے شایان شان نہیں۔ ہے کہ وہ اللہ کی حرام کردہ

چیزوں کو دیکھے، وہ کان جس کے ذریعے تو نے قرآن سن کر حفظ کرتا ہے؛ اس کے بھی لائق نہیں ہے کہ اس سے لہو و لہب اور بے ہودگی کی باتیں

سنی جائیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور وہ دل کہ جس کے بارے میں تو امید رکھتا ہے کہ وہاں کتاب اللہ محفوظ ہو، ضروری ہے کہ وہ ہر قسم

کی گندگی سے پاک ہو اور شیشے کی طرح صاف ہو، گناہوں کے داغ دھبوں سے مبرا ہو۔

منزل مربوط دوہرائی پختگی کا ذریعہ

منزل کی پختگی کے لیے دوہرائی کرنے کی اہمیت حفظ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ لہذا ہم نے جس طرح حفظ قرآن کو اہتمام سے بیان کیا ہے

ایسے ہی قرآن کی دوہرائی کو بھی خصوصی اہمیت دینی چاہیے۔ بلکہ دوہرائی کا مرحلہ حفظ سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ حفظ طبیعت پر آسان ہوتا ہے

جس کا انسان کو شوق بھی ہوتا ہے اور نسبتاً طبیعت ہشاش بشاش رہتی ہے جبکہ دوہرائی ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے، جس میں مستقل مزاجی، شدید

محنت اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پر حفظ کے فوراً بعد جب پہلی دوہرائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے اس کے لیے خاص فصل متعین

کی ہے اور اس کے مفید طریقہ کار پر بحث کی ہے۔ یہاں صرف یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دوہرائی پر گفتگو حفظ کی بحث کو مکمل کرنے والے قواعد

میں سے ہے۔ اس لیے کہ جب تک دوہرائی نہ کی جائے اس وقت حفظ شدہ قرآن کریم سے استفادہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ اگر انسان دوہرائی چھوڑ

دے تو کچھ عرصہ بعد قرآن کریم کو نئے سرے سے یاد کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے گی، جو کہ بے حد مشکل ہے۔

اسی سلسلے میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

”قلوب کی مثال مٹی کی سی ہے علم اس کے پودے ہیں اور مذاکرہ (دوہرائی) اس کا پانی ہے، جب کسی بھی کھیت سے پانی بند کر دیا جائے تو پورے

خشک ہو جاتے ہیں“<sup>36</sup>

اور ایک شاعر کا قول ہے:

فادم للعلم مذاکرۃ...

فدوام العلم مذاکرۃ

”علم کی دوہرائی پر ہیبتگی اختیار کرو، کیونکہ علم کی بقا دوہرائی پر ہی منحصر ہے“

سمجھ کر پڑھنا حفظ کے لیے معاون

اہم ترین قواعد میں سے ہے کہ انسان قرآن کریم کو بقدر استطاعت سمجھ کر حفظ کرے۔ لیکن کیا یہ ایک عام قاعدہ ہے؟ یہ بات سامنے کی ہے کہ چھوٹا بچہ اور غیر عربی شخص قرآن کریم کو سمجھے بغیر ہی حفظ کرتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض حضرات پورے قرآن کے پختہ حافظ ہوتے ہیں لیکن وہ عربی کا ایک کلمہ بھی بولنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی ایک لفظ کے معنی تک کو جانتے ہیں۔ اس لیے سمجھ کر پڑھنے کا قاعدہ عمومی نہیں ہے بلکہ یہاں طالب علم کی کیفیت کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ عام سے ہماری مراد یہ ہے کہ قرآن کے جس حصے کو حفظ کرے اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے ایک زندہ واقعے کے طور پر ذہن میں بٹھائے۔ اس لیے جب کسی مشکل مرحلے سے گزر ہو تو تفاسیر کی طرف رجوع کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اس سے ذہن میں حفظ رائج ہو گا اور آیات کو دوہرانے میں مددگار ہو گا۔ البتہ چھوٹے بچے کو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ جسے یاد کرے اسے جانتا بھی ہو اور نہ ہی اس کی عقل اس قابل ہوتی ہے کہ معانی کو بکثرت جان سکے۔ بسا اوقات تو باوجود لمبی چوڑی شرح کے بھی حقیقی معنی تک پہنچنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں غلط معنی رائج ہو جاتا ہے جسے زائل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ لیکن یہاں ایک استثنائی شکل یہ بھی ہے کہ جب کسی بچے پر ایک آیت کا حفظ مشکل ہو جائے تو امکان موجود ہے کہ وہ آپ اس آیت کی مختصر تشریح کر دیں اور اس کے لیے وہ قصہ بیان کر دیں جو اس آیت سے متعلقہ ہے، تو اس کے لیے وہ آیت حفظ کرنا آسان ہو جائے گی۔

حفظ قرآن کے لیے سچی رغبت اور مضبوط محرک

علمائے تربیت کے ہاں محرک سے مراد وہ قوت ہے جو اسے ایک ہدف کی طرف مسلسل متحرک اور متوجہ رکھتی ہے۔<sup>37</sup>

اس کی ایک اور بھی دقیق تعریف یوں کی گئی ہے: انسان کی داخلی جسمانی یا نفسانی کیفیت جو خاص حالات میں کام کرنے پر ابھارتی ہے اور ایک متعین مقصد کی طرف پہنچانے میں مددگار ہوتی ہے۔<sup>38</sup>

اگر ہم ہی سوال کریں کہ مسلمان کے لیے تلاوت قرآن کے کیا محرکات ہیں؟ تو درج ذیل نکات میں ان کا خلاصہ ممکن ہے:

1... اجر و ثواب کی چاہت اور جنت میں درجہ کی بلندی۔ 2

2..... اللہ تعالیٰ کے انعامات کو حاصل کرنے کے لیے مسابقت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:  
”وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ“<sup>39</sup>

”سبقت لے جانے والوں کو اس میں سبقت کرنی چاہیے“

3..... حافظ کے لیے اس بات کی معرفت بھی بے انتہا لازم ہے کہ جسے وہ حفظ کر رہا ہے وہ کس قدر قیمتی چیز ہے اور اس کے ذہن میں یہ شعور بھی پختہ ہونا چاہیے کہ وہ درجہ بہ درجہ ارتقائی منازل طے کر رہا ہے۔

4:.... طالب علم کا اپنے ذاتی شوق اور ارادے سے حفظ کرنا اور حفظ کی تکمیل کے لیے ایک ہدف مقرر کرنا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مسلمان کا پہلا ہدف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور اس تک پہنچانے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے۔ یہ بات کسی مسلمان پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حافظ قرآن کے لیے کیا انعامات تیار کر رکھے ہیں اور آخرت میں اس کے لیے کس قدر بلند درجات ہیں۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے حفظ قرآن کے لیے یہی محرک کافی ہے۔

یہ محرکات طالب علم کو اللہ تعالیٰ کا اہل قرآن کے لیے فضل و کرم اور بے پناہ اجر یاد دلاتے رہتے ہیں، جس سے انسان کے اندر ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ بہت جلد اس مشکل گھاٹی کو طے کر لے اور ان فضائل کا حقدار ٹھہرے۔ حفظ قرآن کا سچا شوق ایک طالب علم کے لیے سخت ترین گھائیاں بھی آسان کر دیتا ہے۔ میں اساتذہ کو سختی سے یہ تاکید کرتا ہوں کہ وہ پوری ذمہ داری سے تربیت کے فرض سے عہدہ بر آہوں اور ان محرکات کو چھوٹی عمر میں ہی طالب علم کے ذہن میں پتہ کر دیں، تاکہ بعد میں وہ ذاتی شوق کی بنا پر ہی اس راستے پر گامزن رہیں۔

مثال کے طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر سپاہیوں کو دیگر زبانیں سکھائی جائیں تو وہ بہت جلد سیکھ لیتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے سامنے



ایک بہت واضح مدد دیکھ رہے ہوتے ہیں جسے انہوں نے بہت کم وقت میں حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہ ایسا محرک ہوتا ہے کہ جوان کے لیے ہر چیز کو آسان کر دیتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس مدارس اور جامعات میں طالب علم اسی زبان کو سیکھنے میں لمبا عرصہ صرف کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے اندر وہ محرک کام نہیں کر رہا ہوتا جو ایک سپاہی کے اندر ہوتا ہے، بلکہ طالب علم کی تو بسا اوقات یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس زبان کی تدریس کو مشکل اور ناممکن سمجھتے ہوئے چھوڑنے کی بھی خواہش کرتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ امتحانات کے دوران طالب علم ایک درات میں جو کچھ یاد کر لیتا ہے وہ سال بھر میں یاد نہیں کر پاتا، اس کے پیچھے بھی اس وقت ایک دل محرک کام کر رہا ہوتا ہے کہ وہ ایک رات اس کی کامیابی یا ناکامی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

دعا اور ذکر الہی سے اللہ کی بارگاہ میں التجا

میں نے گزشتہ صفحات میں جتنے بھی قواعد ذکر کیے ہیں وہ حسی اور مادی ہیں لیکن میں آخر میں ایک قاعدہ معنوی اور روحانی بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حفظ قرآن جیسے اس عظیم اور مقدس عمل کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا اور ذکر الہی کے ذریعے مدد بھی مانگنی چاہیے۔ کیونکہ رب کریم کے حضور میں التجا کرنے سے ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس کام کو آسان بنانے کے لیے یہ سب سے بہترین دوا ہے۔ مجھے ایک طالب علم نے بتلایا کہ میں نے شاطبیہ (علم قراءت کی کتاب) حفظ کرنا شروع کی تو مجھے بہت دشواری ہونے لگی اور ایک بھی باب حفظ نہیں کر پاتا تھا۔ ایک رات میں نے رب تعالیٰ کے سامنے روتے ہوئے التجا کی کہ مولا کریم! اس سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا ذہن یوں کھل گیا کہ پوری کتاب بہ آسانی حفظ کر لی۔

بہت سے حفاظ کو یہ مسئلہ بھی درپیش ہو جاتا ہے کہ دوران حفظ بعض وجوہات کی بنا پر بے دلی کا شکار ہو جاتے ہیں اور عمل حفظ سے بے اعتنائی برتنے لگتے ہیں۔ حفظ قرآن اور منزل کی دوہرائی کے تمام طریقوں کا علم ہونے کے باوجود قرآن یاد کرنے کو ان کا بھی نہیں چاہ رہا ہوتا۔ ایسی حالت کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے، اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی جائے اور اس کے سامنے انکساری اور مسکت کا اظہار کیا جائے۔ اگر اس عمل کے لیے تہجد کے وقت کا انتخاب کیا جائے تو نہایت مفید ہوگا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بچے طالب کو نامراد نہیں لوٹاتا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی التجا کو قبول نہ فرمائے؟ جبکہ وہ خود ہی فرماتا ہے:

”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الْمُتَّاعِ إِذَا دَعَانِ“<sup>40</sup>

”اے پیغمبر! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں (تو انہیں بتلائیے کہ یقیناً میں تو قریب ہوں) اور دعا کرنے والا جب بھی مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہوں“

اس سلسلے میں سیدنا علیؑ سے مروی ایک حدیث بیان کرنا بھی نہایت مفید ہوگا۔ اس حدیث کی صحت کے متعلق اگرچہ محدثین نے کلام کی ہے لیکن امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ نے اسے روایت کیا ہے اور اسے بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ قرآن میرے سینے سے نکلتا جا رہا ہے اور میں اس پر قابو نہیں کر پاتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع عطا فرمائے اور جس کو تو یہ کلمات سکھائے گا اس کو بھی ان کی وجہ سے نفع دے گا، اور جو کچھ تیرے علم میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی ثابت و قائم رکھے گا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جی ہاں، سکھلا دیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب جمعے کی رات آئے تو رات کے آخری تہائی حصے میں اٹھ جانا، کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس وقت دعا کو قبولیت سے نوازا جاتا ہے، اور اس بارے میں حضرت یعقوبؑ کا قول بھی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ جب جمعے کی رات آئے گی تو میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا۔ لیکن اگر تم (اس وقت) اٹھنے کی (طاقت نہ رکھو) تو رات کے درمیانی حصے میں اٹھ جانا، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو رات کے اول حصے میں ہی (رب کے حضور) کھڑے ہو جانا اور چار رکعت نماز پڑھنا۔ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ یس پڑھنا، دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الدخان پڑھنا، تیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ حم السجدہ پڑھنا اور چوتھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ

الملک پڑھنا، پھر جب تم شہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر بیان کرنا، مجھ پر اور تمام انبیاء پر اچھی طرح درود پڑھنا، اپنے ان بھائیوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جو تم پر ایمان میں سبقت لے گئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی بخشش کی دعا کرنے کے بعد آخر میں یہ کلمات پڑھنا:

اللهم ارحمني بترك المعاصي أبدا ما أبقيني، وارحمني أن أتكلف ما لا يعينني، وارزقني حسن النظر فيما يرضيك عني، اللهم بديع السماوات والأرض ذا الجلال والإكرام والعزة التي لا ترام، أسألك يا الله يا رحمن بجلالك، ونور وجهك أن تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني، وارزقني أن اتلوه على النحو الذي يرضيك عني، اللهم بديع السماوات والأرض ذا الجلال والإكرام والعزة التي لا ترام أسألك يا الله يا رحمن بجلالك ونور وجهك، أن تنور بكتابك بصري، وأن تطلق به لساني، وأن تفرج به عن قلبي، وأن تشرح به صدري، وأن تشغل به بدني، فإنه لا يعينني على الحق غيرك، ولا يؤتية إلا أنت، ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلي العظيم .

”اے اللہ! جب تک تو مجھ کو باقی (یعنی زندہ رکھے تب تک مجھ سے گناہ ترک کرا کے مجھ پر رحم فرما، مجھ پر یہ بھی رحم فرما کہ میں ان امور میں یہ تکلف نہ پڑتا پھروں جن کا مجھ سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے اور مجھ کو ان معاملات میں محسن نظر عطا فرما جو تجھ کو مجھ سے راضی کر دیں، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو سننے سرے سے پیدا کرنے والے! اے بزرگی اور اکرام والے! اے کبھی نہ ختم ہونے والی عزت والے! اے اللہ! اے رحمان! میں تجھ سے تیری بزرگی اور تیرے چہرے کے نور کے صدقے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے ذریعے میری بصارت کو منور کر دے اور اس کے ذریعے میری زبان کو بولنے کی توفیق بخش دے، اس کی برکت سے میرے دل پر پڑے پردے ہٹا دے، اسی کے باعث میرا سینہ کھول دے، اس کے ساتھ میرے بدن کو مشغول رکھے، کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی میری حق پر مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ تیرے سوا کوئی عطا کر سکتا ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ممکن ہے، جو بڑی بلندی و عظمت والا ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! تم عمل تین، پانچ یا سات ہفتے تک کرو، اللہ کی توفیق سے تمہاری دعا کو قبولیت سے نوازا جائے گا۔ سیدنا ابن عباس کہتے ہیں کہ ابھی پانچ یا سات دن ہی گزرے تھے کہ سید علیؑ اسی جیسی ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اس عمل سے پہلے میں چار آیات بھی سیکھتا تھا تو انہیں پڑھتے ہوئے وہ مجھ سے پھسلنے لگتیں (یعنی مجھے بھولنے لگتیں) لیکن آج یہ صورت حال ہے کہ میں نے چالیس آیات سیکھی ہیں، پھر میں نے انہیں پڑھا تو وہ اس طرح ثابت ہوئیں کہ جیسے کتاب اللہ کو میری آنکھوں پر رکھ دیا گیا ہو، اور پہلے جب میں حدیث سن کر اسے پڑھنا چاہتا تو وہ بھول جاتی جبکہ آج یہ صورت حال ہے کہ میں بہت سی احادیث سنتا ہوں اور پھر جب انہیں بیان کرنے لگتا ہوں تو ان کا ایک بھی حرف نہیں بھولتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن! رب کعبہ کی قسم! تو مومن ہے۔<sup>41</sup>

بہت سے احباب نے یہ عمل کیا اور حیران کن فوائد حاصل ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مضبوط حافظے کے ساتھ ساتھ وافر علم سے بھی نوازا دیا۔ چنانچہ حفظ قرآن کے طالب علموں سے میری یہی التماس ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط رکھیے، جب کبھی آپ کو محسوس ہو کہ پڑھنے میں دشواری ہو رہی ہے یا حافظ کمزور ہو گیا ہے تو اس عمل کو اپنائے اور پھر سے دینی و روحانی قوت حاصل کر لیجیے۔

یہ بات بھی خاص طور پر طلبہ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن کو صرف حفظ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ حفظ کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی برابر جاری رہنا چاہیے۔ کیونکہ اساسی اور مطلوب چیز تو عمل بالقرآن ہی ہے جو بہت ہی کم لوگوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہی معمول ہوتا تھا کہ قرآن کا جتنا حصہ سیکھتے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہوتے اور تب تک آگے سبق نہ بڑھاتے جب تک گزشتہ سبق پر کامل طور پر عمل نہ کر لیتے۔ قرآن حفظ کرنے کی کیفیت، حفظ کے طریقے اور وہ اسالیب کہ جن کے ذریعے انسان کے لیے حفظ کرنا ممکن ہو جاتا ہے، خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو اور خواہ کسی بھی پیشے سے منسلک ہو، یہ سب کچھ ہم اگلی فصل میں تفصیل کے ساتھ بیان کر میں گے اور وہی بحث اس کتاب کا اصل محور ہے۔

خلاصہ بحث:

کم سنی میں حفظ قرآن بچوں کی ذہنی، نفسیاتی، اور روحانی نشوونما میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس عمر میں بچوں کی یادداشت بالغوں کے مقابلے میں زیادہ تیز ہوتی ہے، جس کی بدولت وہ قرآن کے الفاظ کو بہتر انداز میں ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ یہ عمل ان کے علمی ارتقاء میں مددگار ثابت ہوتا

ہے اور ان کی شخصیت کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ حفظ قرآن کے دوران حاصل ہونے والے اوصاف، جیسے خود اعتمادی، نظم و ضبط، اور استقامت، بچوں کے مستقبل کی کامیابی کے لیے نہایت اہم ہیں۔ حفظ قرآن کے لیے ایک منظم نصاب اور رہنمائی ضروری ہے۔ بچوں کے لیے روزانہ ایک مخصوص وقت مقرر کریں، تاکہ ان کی عادت بن جائے اور وہ حفظ کے عمل کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ ابتدا میں مختصر اور آسان اسباق دیں تاکہ بچے کی دلچسپی برقرار رہے اور وہ تھکاوٹ کا شکار نہ ہو۔ ایک ماہر قاری یا معلم کی نگرانی میں حفظ کرنا نہایت مفید ثابت ہوتا ہے، کیونکہ وہ بچوں کی ضروریات کے مطابق رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ حفظ قرآن کے عمل میں بچوں کی ذہنی اور روحانی ہم آہنگی کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرنے سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ حفظ کے دوران معانی اور تفسیر کو شامل کرنے سے بچے قرآن کے پیغام کو بہتر سمجھ سکتے ہیں، جو ان کے جذباتی اور روحانی تعلق کو مزید مضبوط بناتا ہے۔ جدید دور میں ٹیکنالوجی حفظ قرآن کو مؤثر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ موبائل ایپس، آڈیو ریکارڈنگز، اور دیگر ڈیجیٹل وسائل کا استعمال بچوں کو قرآن کو دہرانے اور سننے میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ حفظ قرآن کے دوران بچوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ متوازن غذا، ورزش، اور مناسب نیند ان کی تعلیمی کارکردگی کو بہتر بناتی ہیں۔ ان عوامل سے نہ صرف حفظ کے عمل کو آسان بنایا جاسکتا ہے بلکہ یہ بچوں کی مجموعی نشوونما میں بھی مددگار ہوتے ہیں۔ بچوں کی کامیابیوں کو سراہنا اور انعام دینا ان کی محنت کو مزید تقویت دیتا ہے۔ حفظ کے عمل کو مزید دلچسپ بنانے کے لیے اجتماعی مطالعہ یا گروپ سیشنز کا انعقاد کریں، تاکہ بچوں میں مسابقت اور تعاون کا جذبہ پیدا ہو۔ کم سنی میں حفظ قرآن ایک ایسا عمل ہے جو بچوں کی زندگی میں مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ ان کے ذہنی ارتقاء، روحانی ترقی، اور شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس عمل کے دوران والدین، اساتذہ، اور معاشرے کا کردار نہایت اہم ہے۔ بچوں کو نہ صرف قرآن کو حفظ کرنے کی تربیت دی جانی چاہیے بلکہ ان کی تربیت اس انداز میں ہونی چاہیے کہ وہ قرآن کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔

تجاویز و سفارشات:

1. مثالی ماحول فراہم کریں: بچوں کے لیے ایک مثبت اور قرآن سے محبت کرنے والا ماحول بنائیں۔ والدین کا خود قرآن سے تعلق بھی بچے کے جذبے کو بڑھاتا ہے۔
2. پلاننگ اور وقت کی تنظیم: حفظ کے لیے ایک مناسب شیڈول تیار کریں۔ بچوں کو مخصوص اوقات میں حفظ کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ وہ اس پر توجہ مرکوز رکھ سکیں۔
3. یاد دہانی اور تکرار: حفظ کے عمل میں تکرار ضروری ہے۔ بچوں کو روزانہ کچھ حصہ حفظ کرنے اور پچھلے حصے کی تکرار کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ قرآن یاد کرنے میں آسانی ہو۔
4. تشویق اور انعامات: بچوں کی حوصلہ افزائی کریں، چھوٹے انعامات سے ان کی محنت کی قدر کریں۔ انعامات سے بچے کا جذبہ بڑھتا ہے اور وہ زیادہ محنت کرتے ہیں۔
5. مشکل حصوں پر توجہ دیں: اگر کوئی حصہ مشکل لگے تو اس پر زیادہ وقت صرف کریں اور بچے کو بار بار دہرائیں تاکہ انہیں یاد کرنے کی ترغیب دیں۔
6. تربیت کے ذریعے تعلیم: صرف حفظ نہ سکھائیں بلکہ قرآن کی تعلیم بھی دیں۔ بچے کو قرآن کے معنی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت بتائیں۔
7. مناسب اساتذہ کا انتخاب: بچوں کے لیے ایک تجربہ کار اور محبت بھرا استاد منتخب کریں جو بچے کے ساتھ سلیقے اور نفیس طریقے سے سلوک کرے۔
8. مناسب چھٹیوں کا استعمال: اسکول کی تعطیلات میں بچے کا وقت زیادہ فارغ ہوتا ہے، اس کا فائدہ اٹھائیں اور حفظ کے وقت میں اضافہ کریں۔
9. صحیح طریقے سے ہدایات دیں: اگر والدین خود قرآن سے واقف ہوں تو بچے کو بھی صحیح طریقے سے پڑھنے کی تربیت دیں تاکہ ان کی یادداشت میں کمی نہ ہو۔

کم سنی میں حفظ قرآن ایک عظیم عمل ہے جس کے ذریعے بچے کا دل اللہ کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ اس عمل کو کامیاب بنانے کے لیے والدین،

اساتذہ اور بچوں کی مشترکہ محنت کی ضرورت ہے۔ مناسب وقت کی منصوبہ بندی، صحیح تربیت اور حوصلہ افزائی کے ذریعے یہ چیلنجز دور کیے جاسکتے ہیں اور بچہ قرآن کے حفظ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

- 1 خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد، الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی: 103/ 2
- 2 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، تذکرہ السامع والمتکلم، ص: 72
- 3 ایضاً، ص: 177
- 4 ایضاً
- 5 خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد، الفقیہ والمتفقہ: 103/ 02
- 6 الحدیث علی حفظ العلم، ص: 255
- 7 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5002
- 8 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 7527
- 9 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، رقم الحدیث: 1473
- 10 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، رقم الحدیث: 1474
- 11 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، رقم الحدیث: 1468
- 12 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء، ص: 174
- 13 أبو هلال الحسن بن عبد اللہ، العسکری، الحدیث علی طلب العلم والإجتہاد فی جمعہ، ص: 37
- 14 البقرہ: 142
- 15 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 199
- 16 طبقات الشافعیہ: 213/ 8
- 17 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 254
- 18 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 254
- 19 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 36
- 20 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 255
- 21 الفقیہ والمتفقہ: 100/ 2
- 22 الفرقان: 32
- 23 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحدیث علی حفظ العلم، ص: 177

<sup>24</sup>ابن عبد البر، ابو عمر يوسف بن عبد اللہ، الجامع فی الحث علی حفظ العلم، ص: 177

<sup>25</sup>جزء فیہ أخبار لحفظ القرآن، ص: 226

<sup>26</sup>المائدة: 13

<sup>27</sup>علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ (ابن عساکر)، جزء فیہ أخبار لحفظ القرآن، ص: 227

<sup>28</sup>علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ (ابن عساکر) جزء فیہ أخبار لحفظ القرآن، ص: 228

<sup>29</sup>علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ (ابن عساکر)، جزء فیہ أخبار لحفظ القرآن، ص: 228

<sup>30</sup>الصف: 2، 3

<sup>31</sup>مسلم، مسلم بن حجاج، ابو الحسنین، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1905

<sup>32</sup>غزالی، احیاء العلوم: 1/ 65

<sup>33</sup>آیہا الولد للغزالی، ص: 99

<sup>34</sup>النجم: 39

<sup>35</sup>علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ (ابن عساکر)، جزء فیہ أخبار لحفظ القرآن، ص: 229

<sup>36</sup>الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: 2/ 334

<sup>37</sup>الجامعة والتدریس الجامعی، ص: 56

<sup>38</sup>مدخل الی التربیة، ص: 78

<sup>39</sup>لمطفئین: 26

<sup>40</sup>البقرة: 186

<sup>41</sup>سنن الترمذی: 18/ 10 م مع تحفة الأحوذی المستدرک للحاکم: 1/ 316 - سلسلۃ الأحادیث الضعیفة: 3374 - شیخ البانی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔